عورت کی میراث
اور مساوات مرد وزن کا مسئلہ
ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
IFA PUBLICATIONS
ایفا پبلیکیشنز

عورت کی میراث

اور مساوات مرد وزن کا مسئلہ

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

(مشیر شرعی برائے اسلامی امور مملکت بحرین)

ایفا پبلی کیشنز - نئی دہلی

نام کتاب : عورت کی میراث
اورمساوات مردوزن کا مسئلہ
مؤلف : ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
مترجم : مولانا نورالحق رحمانی
کمپوزنگ : محمد سیف اللہ
صفحات : ۶۴
سن طباعت : ۲۰۱۴ء
قیمت : ۴۰/روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز
۱۶۱-ایف بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل: ifapublication@gmail.com
فون: 011-26981327

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

کائنات میں انسانوں کی جو بستی بسائی گئی ہے، اس کی ابتداء پہلے انسان اور پہلے پیغمبر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ہی سے ان کا جوڑا مادر انسانیت حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا، **خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا**، (النساء:۱) اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت بھی معنوی اعتبار سے مرد ہی کے وجود کا ایک حصہ ہے، مرد وعورت دو فریق نہیں ہیں، بلکہ وہ ایک دوسرے کی تکمیل ہیں، یہ ایک اہم نکتہ ہے جس کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے، مغرب میں مساوات مرد وزن اور عورتوں کی حریت کی جو تحریک اٹھی، اس میں مردوں اور عورتوں کو دو فریق کی حیثیت سے پیش کیا گیا، اور انسانی نفسیات یہ ہے کہ انسان فریق مقابل کے بارے میں تنگ دل ہوا کرتا ہے، اس کے برخلاف اسلام نے یہ تصور پیش کیا کہ مرد وعورت ایک دوسرے کے وجود کا حصہ اور اس کی تکمیل ہیں، اور انسان اپنے جزء اور حصہ کے بارے میں فراخدل ہوتا ہے، اور ایثار کا مظاہرہ کرتا ہے۔

پھر انسان کے حقوق وفرائض کے سلسلہ میں اسلام نے مساوات کے بجائے عدل کا طریقہ اختیار کیا ہے، مساوات یہ ہے کہ تمام لوگوں کے حقوق وفرائض یکساں ہوں، اور عدل یہ ہے کہ حقوق کی منصفانہ تقسیم ہو، اور ہر آدمی کی صلاحیت اور لیاقت کے لحاظ سے اس کے فرائض متعین کئے جائیں، مردوں اور عورتوں میں پدری اور

مادری فرائض کے لحاظ سے صلاحیتوں کا فطری فرق پایا جاتا ہے، اور یہ فرق کسی صنف کا نقص نہیں، بلکہ اس کا کمال ہے، اسی لحاظ سے ان کی ذمہ داریاں اور ان کی سماجی سرگرمیوں میں بھی فرق کیا گیا ہے، یہ ایسا فرق ہے جسے مٹانے کی کوشش کرنا قانون فطرت کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے، اور فطرت سے بغاوت ہمیشہ انسان کے لئے مشکلات اور الجھنوں کا دراوزہ کھولتی ہے۔ میراث کا قانون بھی اسی اصول پر مبنی ہے، خاندان کے مختلف افراد سے کفالت کی جو ذمہ داریاں متعلق ہوگئی ہیں، اسی نسبت سے ان کے حقوق بھی رکھے گئے ہیں، اور خاص طور پر جن لوگوں سے آئندہ مالی ذمہ داریاں متعلق ہونے والی ہیں، ان کے حقوق بھی زیادہ مقرر کئے گئے ہیں، اسی لئے باپ کے مقابلہ بیٹے اور ماں کے مقابلہ بیٹی کا حق زیادہ رکھا گیا ہے، باپ زندگی کی سرگرمیوں سے سبکدوش ہورہا ہے، اور ابھی روز بروز اس کی ذمہ داریاں بڑھتی ہی جائیں گی، خواتین کی میراث کے سلسلہ میں بھی یہی اصول پیش نظر کہ شریعت اسلامی نے مردوں کی ذمہ داریاں زیادہ رکھی ہیں، اسے ماں باپ کی پرورش کرنی ہے، بال بچوں کی کفالت کا بار اس پر ہے، بہت سے حالات میں بھائی، بہنوں اور دوسرے اعزہ کی کفالت بھی اس سے متعلق ہوجاتی ہے، عورت کے لئے یہ سہولت ہے کہ اس پر خود اس کی اپنی کفالت کا بھی بوجھ نہیں ہے، بیٹی ہے تو باپ پر، بیوی ہے تو شوہر پر اور ماں ہے تو اولاد پر اس کی پرورش اور ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسی مناسبت سے میراث کی ان صورتوں میں جو عام طور پر پیش آیا کرتی ہیں، جیسے مورث کی ماں، بیوی، بیٹی ہونے کی حالت، ان میں عورت کا حق میراث مردوں کا نصف رکھا گیا ہے، یہ تقسیم مساویانہ تو نہیں ہے، لیکن منصفانہ اور عادلانہ ہے، یہ جنس کے بنا پر حق داروں میں تفریق نہیں ہے، بلکہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے حقوق کی تعیین ہے۔

لیکن بعض ایسی صورتیں بھی ہیں، جن میں عورت کا حق میراث مرد سے زیادہ یا مرد کے برابر ہوتا ہے، یا جن حالتوں میں عورت وارث ہوتی ہے اور مرد وارث نہیں ہوتا، عام طور پر یہ پہلو اہل علم کی نگاہ سے اوجھل رہ جاتا ہے، اور اس جانب توجہ نہیں دی جاتی۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلطان استاذ جامعہ اسلامیہ (امریکہ) ممتاز اور نوجوان عرب فضلاء میں ہیں، جو اصل میں مصری نژاد ہیں، اور فقہ اسلامی سے خصوصی مناسبت رکھتے ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور المجمع العالمی للفکر الاسلامی نے باہمی اشتراک سے مقاصد شریعت پر ایک تربیتی اجتماع منعقد کیا تھا، اس میں موصوف محاضر کی حیثیت سے تشریف لائے اور بڑے ہی فاضلانہ محاضرات دئے، عربی زبان میں انکی کئی کتابیں ہیں، جن میں ایک اہم اور مختصر رسالہ "میراث المرأة وقضية المساواة" ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اس رسالہ کو اردو زبان کا پیکر دیا ہے، اور محب گرامی جناب مولانا محمد نور الحق رحمانی زید مجدہ (استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ) نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے، خواتین کے میراث کے اسی دوسرے پہلو پر نہایت ہی مفید اور چشم کشا کتاب ہے اور ایک ایسے رخ سے پردہ اٹھاتی ہے جو مغرب کے اعتراضات کا مثبت اور معروضی جواب ہے، امید ہے کہ یہ کتاب اردو خواں حلقہ کے لئے ایک قیمتی سوغات ثابت ہوگی، اور بہت سے دلوں سے شکوک وشبہات کے کانٹے نکالنے میں موثر ہوگی۔ وبالله التوفيق وهو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

جب میں نے اپنی کتاب " هل الاسلام هو الحل.. لماذا.. و كيف؟"
(کیا اسلام ہی حل ہے.. کیوں... اور کیسے؟) تصنیف کی تو اس میں "التحرير الاسلامي للمرأة" (عورت کی اسلامی آزادی) کے عنوان سے ایک فصل قائم کی جس میں میں نے ان مشکلات کا ذکر کیا جن سے عورت عالم اسلام میں دوچار ہے اور ان حدود وقیود سے آزادی دلانے کی ضرورتوں پر بھی زور دیا جن کا انھیں مردوں سے زیادہ پابند بنا دیا گیا ہے.. پھر میں نے اس اسلامی فکر وفلسفہ کو بھی نمایاں کیا جس کا اس آزادی عطا کرنے میں امتیازی کردار اور اہم رول رہا ہے اور اس مثالی نمونہ کا بھی ذکر کیا جسے اسلام نے (اپنے ابتدائی عہد ہی میں) مرد وزن کے باہمی تعلق کے بارے میں پیش کیا ہے اور وہ یہ کہ ان دونوں کے درمیان مساوات کی نوعیت کسی شئی کے دو کامل اور باہم مساوی اجزاء کی ہے، وہ آپس میں دو مد مقابل اور فریق مخالف کی طرح نہیں ہیں۔ اور یہ کہ انسانی تمدن کی تعمیر میں ان میں سے ہر ایک کا کیا کردار ہے؟

اس فصل کے صفحات میں میں نے بہت سے ان شکوک وشبہات کے بارے میں بھی بحث کی ہے جو اس سلسلہ میں پیش کئے جاتے ہیں، خواہ اسلام کے خلاف وہ شکوک وشبہات ہوں جنھیں اہل مغرب اور سیکولرزم کے علمبردار پیش کرتے ہیں جو عورت کی آزادی کے سلسلے میں مغربی طرز فکر کے حامی ہیں، یا وہ اعتراضات ہوں

جنھیں (اسلام کے نام پر) اہل جمود واہل تقلید کا وہ طبقہ پیش کرتا ہے جو طرح طرح کے رسوم ورواج اور بدعات وخرافات کا عادی ہے اور جن پر انھوں نے غلط طریقے پر دینی تقدس کا لبادہ ڈال رکھا ہے۔

اس فصل میں میں نے جن مسائل سے بحث کی ہے اور معترضین کے جن شبہات کا جواب دیا ہے ان میں سے ایک، میراث میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق وامتیاز کا مسئلہ ہے۔ معترضین کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام کا مردوزن کے درمیان حق میراث میں فرق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے عورت کے درجہ کو گھٹایا ہے اور اس کی عزت وشرافت پر بٹہ لگایا ہے اور وہ دونوں کے درمیان مساوات کا قائل نہیں، میں نے معترضین کے رد میں یہ ثابت کیا ہے کہ میراث میں فرق وامتیاز کی بنیاد مرد وعورت ہونے پر نہیں ہے بلکہ اس فرق کی بنیاد تین معیاروں اور اصولوں پر ہے:

اول: وارث (خواہ مرد ہو یا عورت) اور میت مورث کے درمیان درجۂ قرابت ہے، لہذا یہ قرابت جتنی قریبی ہوگی اسی لحاظ سے میراث میں وارث کا حصہ زیادہ ہوگا۔

دوم: نسلوں کے زمانی تسلسل کے تناظر میں وارث ہونے والوں کی نوعیت اور حیثیت ہے۔ لہذا وہ نئی نسلیں جو زندگی کا استقبال کر رہی ہیں عام طور پر میراث میں ان کا حصہ ان پرانی نسلوں سے زیادہ ہوگا جو زندگی کو الوداع کہنے والی ہیں۔ اس میں وارثین کے مرد یا عورت ہونے کو معیار نہیں بنایا گیا ہے۔ مثلاً بیٹی ماں سے زیادہ حصہ پاتی ہے حالاں کہ وہ دونوں ہی عورتیں ہیں، بلکہ بیٹی باپ سے بھی زیادہ حصہ پاتی ہے اور بیٹا باپ سے زیادہ حصہ پاتا ہے جبکہ وہ دونوں مرد ہیں۔

سوم: وہ مالی ذمہ داری ہے جسے شریعت دوسروں کی کفالت سے متعلق وارث پر لازم کرتی ہے، یہی وہ معیار ہے جو مرد و زن کے درمیان تفاوت کا سبب بنتا ہے:

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء:۱۱)

(اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے (میراث پانے) کے باب میں (وہ یہ کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے)۔ اس لئے کہ یہاں پر (درجہ قرابت و نسل کی برابری کی حالت میں) مرد وارث اپنی مونث بیوی کی کفالت کا مکلّف ہے.. جبکہ وارث ہونے والی عورت کی کفالت اس مرد پر فرض ہے جو اس کا رفیق حیات ہے، اور اگر فرق کی ان صورتوں کا موازنہ میراث کی عام حالتوں سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ صورتیں بہت کم ہوتی ہیں۔

اس اسلامی منطق کی رو سے اسلام نے میراث میں مرد و عورت کے درمیان فرق کیا ہے، اس میں مرد پر ظلم نہیں ہے، بلکہ ایسا اس لئے ہے کہ عورت کو وہ مالی ضمانت حاصل ہو جائے جو ہنگامی حالات اور حادثات وغیرہ میں اس کی حفاظت کر سکے۔

☆☆☆

جس وقت ''پیکنگ'' میں (۲۰ تا ۲۵ ستمبر ۱۹۹۵ء) منعقد ہونے والی ''خواتین کانفرنس'' کی تیاری چل رہی تھی، عورتوں کے میدان میں کام کرنے والی کچھ تعلیم یافتہ خواتین کی ایک جماعت نے مجھ سے ملاقات کی، جو ان دنوں کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اپنی فائل درست اور اپنے افکار و خیالات کو یکجا اور مرتب کر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں یہ بحث چھڑی کہ اس مسئلہ سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر اور شرعی موقف کیا ہے جسے عورتوں کی مشکلات اور ان کی آزادی کے مسائل سے متعلق

ہونے والی اس عالمی کانفرنس میں پیش کرنا ضروری ہے۔

جب میں نے ان کے سامنے اس مسئلہ سے متعلق وہ نقطۂ نظر پیش کیا جس کی میں نے اپنی کتاب "هل الاسلام هو الحل؟" (کیا اسلام ہی حل ہے؟) میں وضاحت کی ہے تو ان سب کے چہرے پر حیرت واستعجاب کے آثار ظاہر ہوتے نظر آئے۔ اس لئے کہ یہ پہلا موقع تھا جس میں انھوں نے اس اسلامی نقطۂ نظر کو سنا تھا جو عورتوں سے متعلق پھیلائے جانے والے ان شبہات اور پروپیگنڈوں کے تئیں معذرت یا دفاعی موقف اختیار نہیں کرتا، یا اس مقولے کی تردید نہیں کرتا کہ: ''اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف کیا ہے اس لئے کہ اس نے میراث میں مرد کے مقابلے میں اس کا نصف حصہ مقرر کیا جبکہ اسلام سے قبل اسے میراث میں سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں ملتا تھا۔''

اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ یہ مسئلہ (اور اس جیسے دوسرے مشکل مسائل) مزید غور وفکر کے طالب ہیں، مگر تقلیدی وروایتی انداز میں نہیں بلکہ غیر تقلیدی اور اختراعی عقل کے ساتھ، اور ایسے اسلوب میں جو فکری میدان میں محض مشہور ومتعارف فکر وفلسفہ کے اعادہ پر اکتفا نہ کرتا ہو۔ پھر اس جدید اسلامی نقطۂ نظر کی ترویج واشاعت ان تمام لوگوں کے بیچ ہو جو عورت کے مسائل، اس کے حالات، اس کی حریت اور اسے آزادی عطا کرنے کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا سیکولرزم کے علم بردار.. تا کہ سب لوگ اسلامی حقیقت کی طرف رجوع کر سکیں اور جھگڑنے والے فریق اس مشترک بات سے قریب ہوں جسے اسلام نے پیش کیا ہے۔

☆☆☆

''بیکنگ'' میں خواتین کانفرنس کے اختتام پذیر ہونے کے بعد اس کی

کارروائیوں سے متعلق ہونے والی اس میٹنگ میں میری شرکت ہوئی جو قاہرہ یونیورسٹی کے تعلیمی بورڈ کے ارکان کی مجلس میں منعقد ہوئی تھی۔ اس مجلس میں میں نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے جو فکر پیش کیا تھا اس میں اس اجتہاد کی طرف اشارہ کیا جو میراث کے فلسفہ اور اسلام میں اس کے معیار و اصول سے متعلق پیش کیا تھا۔ اور اس وقت مجھے غایت درجہ کی مسرت ہوئی جب میں نے جناب ڈاکٹر ابوالیزید عجمی سے (جو قاہرہ یونیورسٹی کے دارالعلوم کالج میں فلسفہ کے استاذ ہیں) یہ سنا کہ اس مسئلہ میں دارالعلوم کے ایک استاذ نے بڑی اچھی فقہی تحقیق پیش کی ہے اس میں اعداد وشمار، نقشوں اور عملی مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کہنا سرتاسر غلط ہے کہ اسلام نے میراث کے مسئلہ میں عورتوں پر ظلم کیا ہے اس بحث میں نقشوں کے ذریعہ وراثت کی مختلف صورتوں کا حصر اور احاطہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بعض صورتوں میں عورتیں مردوں کے برابر حصہ پاتی ہیں۔ اور بعض صورتوں میں عورتوں ہی کا پلڑا بھاری رہتا ہے اور ترکہ میں ان کا حصہ مردوں کے مقابلہ میں بڑھ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں صرف عورتیں ترکہ پاتی ہیں اور مرد محروم رہتے ہیں۔ اور بعض نادر اور قلیل صورتیں وہ بھی ہیں جن میں عورتیں مرد سے کم ترکہ پاتی ہیں۔

اسی دن سے میری تمنا تھی کہ اس فقہی تحقیق سے استفادہ کروں، بلکہ اسے مطبوعہ شکل میں پڑھوں، اور ہماری فکری اور ثقافتی زندگی میں اس تحقیق کی اشاعت اور اس کا چرچہ اور تذکرہ ہو، تاکہ ہم تمام مردوں اور عورتوں سے (خواہ وہ مسلمان ہوں یا سیکولرزم کے علم بردار) یہ کہہ سکیں کہ یہ ہے اسلام کی حقیقت...! اور ہم شکوک وشبہات، اور غلط پروپیگنڈوں کے بجائے علمی حقائق کو ان کے سامنے پیش کرسکیں۔

اللہ رب العزت کی مشیت سے میری یہ تمنا اس وقت پوری ہوئی جبکہ خود

صاحب تحقیق ڈاکٹر صلاح الدین سلطان نے اپنے اس قیمتی رسالہ کا ایک نسخہ مجھے بطور ہدیہ کے پیش فرمایا اور مجھے اس کی اجازت دی کہ میں ''التنویر الاسلامی'' کے نام سے مصر میں اسلامی کتابوں کی اشاعت کا جو سلسلہ جاری ہے اسے اس کے ادارہ سے شائع کر کے اس کے قارئین کی خدمت میں پیش کروں، تا کہ اس کا نفع عام ہو، لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ ہو اور علماء کرام پر احقاق حق اور تبلیغ دین کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سے وہ سبکدوش ہو سکیں اور وہ یہ ہے کہ وہ حقائق اور دین فطرت کے احکام ونظریات لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں اور ان پر پردہ نہ ڈالیں۔

شکر ہے اس مالک کا جس کے فضل وکرم سے نیک کام انجام پاتے ہیں..اور جس نے ہمیں اس اہم خدمت کی توفیق بخشی، اگر اس نے ہمیں یہ راہ نہ دکھائی ہوتی تو ہم راہ یاب نہ ہوتے۔

ڈاکٹر محمد عمارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا اور قدرت کا یہ فیصلہ ہے کہ حق اور باطل کے درمیان کش مکش ہمیشہ جاری رہے۔ چنانچہ جب سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے اس روئے زمین پر قدم رکھا اس وقت سے لے کر آج تک یہ کش مکش جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گی۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ (البقرة:٣٦) (اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے)۔

نیز ارشاد باری ہے: ﴿وَلَوْلاَ دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (سورۃ الحج:٤٠) (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے زور گھٹواتا رہتا ہے تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو کہ اللہ کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے)۔ لیکن اہل حق سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ حق و باطل کی اس کش مکش میں ان کی نصرت وحمایت کرے گا اور انھیں فتح وغلبہ عطا کرے گا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ (سورۃ غافر:۵۱) (بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگانی میں اور اس دن جب گواہ کھڑے ہوں گے)۔

باطل کے علم برداروں کی روش یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اہل حق پر حملہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ثابت شدہ حقائق اور ان کے معتقدات ونظریات اور نظام معاشرت پر نقد وتعریض کے تیر برساتے ہیں لیکن ان کے اعتراضات کی حیثیت جھاگ جیسی ہے جسے قرار ودوام اور ثبات واستحکام حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ سورج کی حرارت سے خشک ہوکر اڑ جاتا ہے اور فضاؤں میں تحلیل ہوجاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾ (سورۃ رعد:۱۷) (سو وہ جھاگ تو وہ جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور جو لوگوں کے کام آتا ہے سو وہ زمین میں باقی رہتا ہے)۔

اسی سستے اور بے حقیقت جھاگ کے قبیل سے عورت کے استحصال کا موضوع ہے جسے دشمنان اسلام نے ایک زرخیز اور سرسبز چراگاہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور اسے اسلام پر طعن وتشنیع کا ذریعہ بنایا ہے۔ مخالفین کا خیال ہے کہ اسلامی قوانین میں عورتوں کے ساتھ ظلم روا رکھا گیا ہے۔ کیا یہ کھلی ہوئی زیادتی نہیں ہے کہ مرد کو عورت پر قوام بنا کر مسلط کیا جائے، مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کا حق دیا جائے اور عورت کو اس سے محروم رکھا جائے، عورت کو پردہ کا پابند بنا کر گھر کی چہار دیواری میں محبوس رکھا جائے، اسے ولایت عامہ اور حکومت کے اعلیٰ مناصب سے بالکلیہ دور کردیا جائے اور میراث میں اسے مرد کے مقابلہ میں آدھا حصہ دیا جائے؟

معاملہ اس حد تک پہنچا کہ اس مقصد کے لئے ایک معاہدہ ہوا کہ مرد وزن کے

درمیان فرق وامتیاز کی جتنی صورتیں ہیں ان سب کا خاتمہ کیا جائے۔ یہ معاہدہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی سرپرستی میں ۱۸ دسمبر ۱۹۷۶ء کو ہوا اور مارچ ۱۹۸۰ء میں اس پر دستخط کا دروازہ کھولا گیا اور ۳ مارچ ۱۹۸۱ء سے وہ نافذ العمل قرار پایا اور ترانوے (۹۳) ممالک نے اس پر دستخط کرکے اس کے تمام احکام ومشتملات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کیا، جن میں اسلامی ممالک میں مصر، ترکی، تونس، یمن، انڈونیشیا، بنگلہ دیش اور عراق ہے۔ اس معاہدہ کی پہلی دفعہ یہ ہے:

''سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور تعلیمی میدانوں میں یا کسی بھی دوسرے میدان میں بنیادی حقوق اور آزادیوں میں مرد وعورت کے درمیان مساویانہ سلوک کرنا لازمی ہے۔'' (اور محض صنفی فرق کی بنیاد پر دونوں کے درمیان کوئی تفریق وامتیاز برتنا یا صنف نازک کا استحصال کرنا ممنوع ہے)۔

اور اس معاہدہ کی دفعہ نمبر ۲ میں ہے: تمام ممبر ممالک عورت کے خلاف فرق وامتیاز کی تمام صورتوں کی مذمت کرتے ہیں اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ اس مقصد کی خاطر تمام ممکنہ وسائل کا استعمال کریں گے اور مرد وزن کے درمیان تفریق کو مٹانے کی سیاست میں کوئی تاخیر نہیں کریں گے۔''

چنانچہ ستمبر ۱۹۹۴ء میں مصر کے اندر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ تھا کہ عورت کو مرد کے ساتھ تمام چیزوں میں مساویانہ حق دیا جائے۔ اسی کے ساتھ شرکائے کانفرنس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ عورتوں کے حقوق سے متعلق مستقل کانفرنس ۲۰ تا ۲۵ ستمبر ۱۹۹۵ء میں چین کے شہر ''بیکنگ'' میں منعقد کیا جائے۔ کانفرنس کے فیصلہ سے یہ نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے جو بعض احکام میں مرد وزن کے درمیان فرق کیا ہے اسے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ ہم اس کا بھی اعتراف کرتے چلیں کہ بعض مسلمانوں نے عورتوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا ہے اسی نے مخالفین کے لئے اس کا موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اسلام کے خلاف حرف شکایت زبان پر لائیں اور اس پر بے جا حملے کریں، اور بعض مسلمانوں کی غلطیوں کو اسلام کی طرف منسوب کر کے حقائق کو مسخ کریں، واقعات پر پردہ ڈالیں اور انصاف کا خون کریں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کے غیور اور باشعور فرزندوں نے ایسی کتابوں کا ایک قیمتی مجموعہ تیار کر دیا ہے جو حقائق سے پردہ اٹھاتی ہیں اور دشمنان اسلام کے مکر وفریب، دجل وتلبیس، بے جا اعتراضات اور کھوکھلے دعووں کا قلع قمع کرتی ہیں اور مضبوط دلائل وبراہین اور ناقابل تردید شواہد کی روشنی میں ان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں، غلط فہمیوں اور پروپیگنڈوں کا ازالہ کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود "میراث میں عورتوں کا حق" ایسا موضوع ہے جس پر مجھے اب تک کوئی ایسی کتاب ہاتھ نہیں آئی جس میں متانت وسنجیدگی کے ساتھ اور ٹھوس علمی دلائل کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا گیا ہو اور اس موضوع کا حق ادا کیا گیا ہو، اس لئے میں نے تقرب الی اللہ، احقاق حق اور دین فطرت کی نصرف وحمایت کے جذبہ سے اور بروز قیامت اللہ رب العزت کے سامنے معذرت تلاش کرنے کے لئے اس اہم اور نازک کام کا بیڑا اٹھایا، اس لئے کہ یہ ایسا عظیم الشان کام ہے جو علمائے دین اور اسلامی شریعت کے متخصصین کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتا ہے۔

اور چونکہ میراث میں عورت کے حق کا موضوع نفقہ میں اس کے حق سے مربوط ہے اس لئے میں نے اس بحث کا عنوان: "اسلامی شریعت میں میراث اور نفقہ میں عورت کے حقوق کے درمیان توازن" منتخب کیا ہے اور اس کو تین مباحث

میں تقسیم کیا ہے پہلی بحث کا عنوان ہے:''اسلامی شریعت میں میراث میں عورت کا حق''اس بحث میں میں نے بہت سی مثالیں پیش کی ہیں اور عورت کو اس مرد کے بالمقابل رکھا ہے جو درجۂ قرابت اور قوت قرابت میں اس کے مساوی ہے۔ چنانچہ بحث وتحقیق اور استقراء کے نتیجہ میں درج ذیل حقائق کا انکشاف ہوتا ہے:

☆ یہاں صرف چار حالات ایسے ہیں جن میں عورت مرد کے مقابلہ میں آدھا حصہ پاتی ہے۔

☆ یہاں مذکورہ بالا حالات سے دو چند حالات ایسے ہیں جن میں عورت مرد کے بالکل مساوی حصہ پاتی ہے۔

☆ یہاں پر دس یا اس سے زیادہ حالات ایسے ہیں جن میں عورت مرد سے زیادہ ترکہ پاتی ہے۔

☆ یہاں پر کچھ حالات ایسے ہیں جن میں عورت وارث ہوتی اور اس کے بالمقابل جو مرد ہے وہ محروم رہتا ہے۔

بہرحال دوسری بحث جس کا عنوان ہے:''اسلامی شریعت میں عورت کا حق نفقہ''۔ اس بحث میں میں نے بیٹی، بیوی، ماں ہونے کی حیثیت سے عورت کے حالات کا جائزہ لیا ہے، اور ہر حالت سے متعلق مستقل طور پر بحث کی ہے اور قطعی دلائل کی روشنی میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ ہر صورت میں عورت کا نفقہ مرد پر واجب ہے، خواہ بیٹی کا نفقہ باپ کے ذمہ ہو یا بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ یا ماں کا نفقہ بیٹوں کے ذمہ۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ لڑکی کی خصوصیت یہ ہے کہ جب تک وہ غیر شادی شدہ یا بلا شوہر کے ہو اس کا نفقہ اس کے اولیاء پر واجب ہے جبکہ لڑکے کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ اس کا نفقہ بالغ ہونے تک ہی اولیاء پر واجب ہے۔ بالغ

لڑکا جو کمانے کی قدرت رکھتا ہو اولیاء پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم نے بیوی کے حق نفقہ سے بحث کی ہے، اور اس حقیقت کی وضاحت کی ہے کہ فقہ اسلامی میں عورت کا حد درجہ اعزاز و اکرام کیا گیا ہے۔ چنانچہ فقہاء کرام نے بیوی کی سکونت اور رہائشی مکان کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ شوہر اسے اپنے رشتہ داروں (جو بیوی کے دیور وغیرہ کے قبیل سے ہیں) اور اپنی دوسری بیوی کے لڑکوں سے فارغ رکھے۔ ہاں اگر خود بیوی اسے اس کی اجازت دے دے تو گنجائش نکل سکتی ہے۔ نیز مسکن کشادہ اور ضروری سامانوں سے آراستہ ہو، اچھے پڑوسیوں کے درمیان ہو، ایسی جگہ نہ ہو جس سے خوف و وحشت لاحق ہو۔ اور یہ سب چیزیں شوہر کی خوشحالی اور معاشی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے طے کی جائیں گی۔

اور کھانے کے سلسلے میں فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ بقدر کفایت ہو اور اس میں تنوع کو بھی ملحوظ رکھا جائے، اور کپڑوں کے سلسلے میں انھوں نے یہ لازم قرار دیا ہے کہ گرمی اور جاڑے، رات اور دن سب کے لئے الگ الگ کپڑے ہوں، گھریلو کپڑے الگ ہوں بیرونی کپڑے الگ ہوں، نماز کے لئے الگ کپڑے ہوں اور باہر نکلنے کے لئے الگ کپڑے ہوں۔ اسی طرح انھوں نے بیوی کے حقوق میں زیب و زینت اور صفائی ستھرائی اختیار کرنے کے ضروری سامانوں مثلاً صابون، بالوں کے لئے تیل، سرمہ دانی اور پسینہ اور میل کچیل دور کرنے والی چیزوں کو بھی شامل کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے بیوی کے اس حق پر بھی زور دیا ہے کہ اگر وہ ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جن کے یہاں گھر کے لوگوں کے لئے خادمائیں رہتی ہیں اور شوہر خوشحال ہو تو اس پر بیوی کے لئے خادمہ رکھنا بھی لازم ہوگا۔ بلکہ ہمیں تو تعجب ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فقہاء نے زوجیت کے مکان میں صفائی ستھرائی کرنے والی

اور کپڑے صاف کرنے والی خادماؤں کے رکھنے کا بھی اہتمام کیا ہے یہ اس نگرانی اور دیکھ بھال کے علاوہ ہے جو حمل، وضع حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں اس کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔

فصل کے اخیر میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نفقہ اور حسن سلوک میں ماں کو باپ پر مقدم رکھنا واجب ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ چنانچہ انھوں نے ماں کے لئے باپ سے زیادہ مادی اور معنوی حقوق متعین کئے ہیں۔

اور آخری بحث کا عنوان ہے: ''اسلامی شریعت میں عورت کی میراث اور نفقہ کے درمیان موازنہ''۔ اس میں ہم نے بیٹی پھر ماں پھر بہن پھر بیوی کے نفقہ اور میراث کے درمیان جو تعلق ہے اس پر توجہ مرکوز کی ہے۔ اور یہ وہ حالات ہیں جن میں کبھی عورت مرد کے مقابلہ میں نصف ترکہ پاتی ہے، کچھ دوسرے حالات بھی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔ بہر حال شریعت کے مقررہ اصول میں سے ایک یہ ہے کہ عورت کی میراث اور نفقہ دونوں حقوق کے درمیان دقیق توازن قائم کیا گیا ہے، جس کی رو سے وہ مرد کے مساوی ہو جاتی ہے یا اس کا حصہ مرد سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس میں اس پہلو کی رعایت کی گئی ہے کہ وہ کمانے اور نفع حاصل کرنے کے میدان میں مرد کے شانہ بشانہ نہیں چل سکتی، لہٰذا اس کے صنفی ضعف ونزاکت کی رعایت ضروری ہے۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حق میراث میں عورت مرد کے مساوی ہے اور اس صورت میں وہ مرد سے زیادہ حصہ پاتی ہے جبکہ اس کی کفالت کی ضمانت ختم ہو جاتی ہے۔ اور مرد سے نصف حصہ صرف اس صورت میں پاتی ہے جب اس کی کفالت کی صورتیں دو چند ہو جاتی ہیں اور وہ اس پوزیشن میں آجاتی ہے کہ اسے حاجت اور غربت وافلاس کا خطرہ نہیں رہتا۔ اور شاید کہ یہ اس صورت کے مشابہ ہے

جس میں لوگ انشورنس کمپنیوں میں انشورنس کی قسطیں جمع کرتے ہیں تاکہ متوقع خطرات کے پیش آجانے کی صورت میں انھیں وہ رقم حاصل ہوسکے جس سے وہ حوادث کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں، اور ایک دوسرے نقطۂ نظر سے صورت حال مختلف ہے، اس لئے کہ موجودہ انشورنس کی بہت سی صورتیں سود اور دھوکہ وغیرہ سے خالی نہیں ہیں جن کی بنا پر یہ معاملہ حرام قرار پاتا ہے، اور کبھی وہ شرط کے مطابق تمام قسطیں جمع نہیں کر پاتا، اس کے علاوہ بھی کچھ عوامل ہیں جن کے پیش آجانے کی وجہ سے انشورنس میں نفع کے بجائے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جہاں تک عورت کے حق نفقہ کا مسئلہ ہے تو تمام احوال میں اسے یہ ضمانت حاصل رہتی ہے اور مسلمان مرد دیانۃً اس کا التزام کرتے ہیں۔ اور قاضی اور حکام وجوبی طور پر اس کا فیصلہ کرتے ہیں، اور عورت کا یہ حق ان ممتاز دیون میں سے ہے جنھیں دوسرے دیون پر مقدم کیا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ تحقیق ایسے لوگوں کی مسرت اور اطمینان کا باعث بنے گی جو حقیقت کے متلاشی ہیں۔ اور ان لوگوں کو بھی اس سے فرحت اور طمانینت حاصل ہوگی جن کے ذہنوں میں تلبیسِ ابلیس اور غلط پروپیگنڈوں کے نتیجہ میں یہ بات سرایت کرگئی ہے کہ میراث کے مسئلہ میں اسلام نے عورتوں پر ظلم کیا ہے۔ اور ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد ان کھوکھلے نعروں کا سلسلہ بھی بند ہوگا جن میں علماء اسلام کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ وہ عورت کے حق میراث کے سلسلے میں خاص طور پر اجتہاد کریں تاکہ وہ ہر حال میں مرد کے برابر ہوجائے، اسی قبیل سے ڈاکٹر ابونصر کا وہ نقطۂ نظر بھی ہے جسے انھوں نے اپنی کتاب ''نقد الخطاب الدینی'' میں پیش کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''لڑکیوں کی میراث کے مسئلہ میں بلکہ عام طور پر عورت کے دیگر

مسائل میں بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اسے مرد کے مقابلے میں نصف حق عطا کیا ہے۔اسلام سے قبل اسے پوری طرح غلام بنا کر رکھا گیا تھا اور اقتصادی میدان میں عورت ایسی مخلوق تھی جسے کوئی حق اور اہلیت حاصل نہیں تھی اور وہ مکمل طور پر مرد کے ماتحت تھی، بلکہ مرد کو اس پر پوری ملکیت حاصل تھی، خواہ وہ باپ ہو یا شوہر، جہاں تک وحی کا تعلق ہے تو اس کا نقطۂ نظر پوری طرح واضح ہے۔آج کے دور میں یہ بات قابل قبول نہیں ہوسکتی کہ اجتہاد انھیں حدود پر قائم رہے جن کی تحدید وتعیین وحی نے کی ہے[1]۔

بہر حال وہ معاندین جن کا وطیرہ یہ ہے کہ حقائق خواہ کتنے ہی بے غبار ہوکر سامنے آجائیں وہ ان کا اعتراف نہیں کر سکتے اور عدل وانصاف کی شاہ راہ پر قائم نہیں ہوسکتے اور وہ لوگ جن کے دل اسلام کے خلاف نفرت وحقارت اور حسد وعداوت کے جذبات سے معمور ہیں انھیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام کا چراغ گل نہیں کیا جاسکتا اور اس کی شعائیں اور عالم تاب کرنیں کبھی ماند نہیں پڑسکتیں، وہ ایسا پانی نہیں ہے جو گدلا اور بدبودار ہوجائے بلکہ وہ ماء زلال وسلسبیل ہے جو پیاسوں کو سیراب کرتا ہے اور ان کے کلیجوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، وہ مشک وعنبر ہے جس کی خوشبو مشام جاں کو معطر کرتی ہے۔انشاء اللہ اس کا نور سدا قائم رہے گا اور اس کی ضیاء بار کرنیں تاریکیوں کا پردہ چاک کرکے حق وباطل کو بے نقاب اور اہل باطل کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا ازالہ کرتی رہیں گی۔

ارشاد باری ہے:

﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ

(۱) نقد الخطاب الديني: ڈاکٹر نصر ابوزید (۱۰۵،۱۰۶) مطبوعہ دار سینا للنشر ۱۹۹۲ء۔

الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء:۱۸) (بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ حق اس باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے سو وہ دفعتاً جاتا رہتا ہے، اور تمھارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہو جو تم گھڑتے ہو)۔

اخیر میں میں یہ چاہتا ہوں کہ اس رسالہ میں جن حقائق کا انکشاف کیا گیا ہے ان کی بنیاد پر عورتیں مردوں کے ساتھ گستاخی اور زبان درازی نہ کریں، اس لئے کہ ازدواجی زندگی کی بنیاد اس پر نہیں ہے کہ دوسروں کو مقررہ حقوق کا پابند بنایا جائے، بلکہ اس کی اساس اس پر ہے کہ باہمی تعامل اور سلوک میں عدل سے زیادہ فضل کو اختیار کیا جائے اور فرائض کی ادائیگی پر اکتفا کرنے کے بجائے فیاضی اور احسان کا برتاؤ کیا جائے۔ اس لئے اگر کوئی فرد اپنے کسی حق یا اس کے کسی جز سے دست بردار ہو جائے یا اپنی ذمہ داری سے زیادہ خرچ کرے تو اس کے بعد اس پر احسان جتلا کر یا اسے اذیت پہنچا کر اپنے اعمال نامہ کو سیاہ اور اپنے اجر و ثواب کو باطل نہ کرے۔

اخیر میں اللہ رب العزت کی ذات سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس رسالہ کو میرے لئے کفارۂ سیئات اور رفع درجات کا سبب بنائے بے شک وہ دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

اسلامی شریعت میں

عورت کا حق میراث

پہلی بحث : وہ حالات جن میں عورت مرد کے حصہ کا نصف پاتی ہے۔

دوسری بحث : وہ حالات جن میں عورت مرد کے برابر ترکہ پاتی ہے

تیسری بحث : وہ حالات جن میں عورت مرد سے زیادہ ترکہ پاتی ہے۔

چوتھی بحث : وہ حالات جن میں عورت وارث ہوتی ہے مرد وارث نہیں ہوتا۔

تمہید

میراث میں مرد وعورت کے حقوق کے درمیان موازنہ کرتے وقت (محض موازنہ کے مقصد سے) عصبات [1] کے درمیان وجہ ترجیح کے لئے ہم تین معیار اور اصول کا سہارا لیں گے جن میں پہلے نمبر پر جہت قرابت، دوسرے نمبر پر درجۂ قرابت اور تیسرے نمبر پر قوت قرابت ہے۔ اور باوجودیکہ عصبات کے درمیان ترجیح کا مدار بنوت (بیٹا ہونے)، ابوت (باپ ہونے)، اخوت (بھائی ہونے) اور عمومت (چچا ہونے) پر ہے، لیکن ہم یہاں صرف معنی کا سہارا لیں گے۔

جہت قرابت کی بنیاد پر ترجیح دیتے وقت موازنہ ماں باپ یا دادا اور دادی کے درمیان ہوگا، لہذا جہت قرابت ابوت ہوگی، اسی طرح موازنہ بیٹے اور بیٹی کے درمیان ہوگا اور جہت قرابت بنوت ہوگی، اسی طرح موازنہ بھائی اور بہن کے درمیان ہوگا اور جہت قرابت اخوت ہوگی یا شوہر اور بیوی کے درمیان موازنہ ہوگا اور جہت قرابت زوجیت ہوگی۔

اور جہت قرابت کی بنیاد پر ترجیح دیتے وقت ہم باپ اور دادی کے درمیان موازنہ نہیں کریں گے، اس لئے کہ دادی کا درجہ بعید اور باپ کا درجہ قریب ہے۔ بلکہ

---

(۱) فرائض کی اصطلاح میں عصبات دوسرے درجہ کے مستحقین میراث ہیں جن کے حصے قرآن میں مقرر نہیں ہیں، پہلے درجہ کے مستحقین میراث کو (جنھیں اصحاب فرائض کہا جاتا ہے اور جن کا حصہ قرآن نے متعین کر دیا ہے) ان کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ عصبات کا حق ہوتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو پورا مال ان ہی کو ملتا ہے۔ (مترجم)

اس صورت میں موازنہ ماں باپ یا دادا دادی کے درمیان ہوگا اور بیٹے اور پوتی کے درمیان ہم موازنہ نہیں کریں گے، اس لئے کہ بیٹا زیادہ قریب ہے، بلکہ موازنہ بیٹا اور بیٹی یا پوتا اور پوتی کے درمیان کریں گے۔

اور قوت قرابت کی بنیاد پر ترجیح دیتے وقت ہم سگے بھائی اور علاتی بہن کے درمیان موازنہ نہیں کریں گے، بلکہ سگے بھائی اور سگی بہن کے درمیان یا علاتی بھائی اور علاتی بہن کے درمیان کریں گے۔

کبھی اس معیار سے نکلنے کی ضرورت پڑے گی جبکہ یہ نکلنا اس موضوع اور مقصد کے لئے مفید ہو، یعنی عورت کی قرابت دور کی ہوگی اس کے باوجود اس کو اس مرد کے برابر یا اس سے بھی زیادہ حصہ ملے گا جو میت سے زیادہ قریب ہے۔

اس مقابلہ وموازنہ میں ایسے حالات بھی آئیں گے جس میں ایک مسئلہ میں مرد وعورت مثلاً ماں کے ساتھ باپ اور بیٹی کے ساتھ بیٹا پائے جائیں گے، اور کبھی ہم ان دونوں میں سے ایک کو حذف کردیں گے اور اس کی جگہ اس کو رکھ دیں گے جو اس کے بالمقابل ہے۔ اور کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں ایک ساتھ طرفین کا پایا جانا ممکن نہیں ہے مثلاً شوہر کا بیوی کے ساتھ پایا جانا، کیوں کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کا وارث بننے کے لئے کسی ایک کا وفات پانا ضروری ہے۔

پہلی بحث:

وہ حالات جن میں عورت مرد سے آدھا حصہ پاتی ہے

جن صورتوں میں عورت کو مرد کا آدھا حصہ ملتا ہے ان کی تحقیق وتفتیش کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ درج ذیل تین صورتوں میں منحصر ہیں:

اول: بیٹی کا بیٹا کے ساتھ پایا جانا:

اور یہ اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِمِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾(سورۃ النساء:۱۱) (اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں (وہ یہ کہ) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے)۔

اس بنیاد پر اگر باپ یا ماں مرجائے اور انکے وارثین میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوں تو ترکہ ان دونوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہوگا (یعنی دو حصہ بیٹا پائے گا اور ایک حصہ بیٹی)۔

ترکہ کی تقسیم تین حصوں میں

بیٹا	بیٹی
۲	۱

یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ پوتے اپنے درجہ کی پوتیوں یعنی اپنی سگی بہنوں کے ساتھ وارث بن رہے ہوں، ان کے نیچے کے سلسلوں میں یعنی اگر پرپوتا پرپوتی کے ساتھ وارث ہو تو یہی حکم ہوگا اور قرآن کے اصول کی رو سے مذکر کو مونث

کے مقابلہ میں دوگنا حصہ ملے گا[1]۔

دوم: جبکہ باپ، ماں کے ساتھ ہو اور کوئی اولاد اور شوہر یا بیوی نہ ہو۔

اور یہ اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ (اور اگر اس میت کی کچھ اولاد نہ ہو اور (صرف) اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے)۔

اس صورت میں ماں کا حصہ ایک تہائی ہے اور باقی دو تہائی باپ کو ملیں گے۔ اس لئے کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ألحقوا الفرائض بأهلها فمابقي فهو لأولى رجل ذكر"[2]

---

(۱) ایک حالت ایسی پائی جاتی ہے جس میں وہ مذکر لڑکا جو درجہ کے لحاظ سے نیچے ہے وہ اس لڑکی کو عصبہ بنادے گا جو درجہ کے لحاظ سے اس سے اوپر ہے، اس لئے کہ لڑکی اس کے بغیر وارث نہ ہوتی اور اس مسئلہ کی صورت درج ذیل ہے:

دو بیٹیاں	ایک پوتی	ایک پر پوتا
دو تہائی	باقی عصبہ ہونے کی بنیاد پر مذکر کے لئے دو مونث کے برابر حصہ	

یہ اس لئے کہ دو بیٹیاں دو تہائی لے لیں گی جو بیٹیوں کا حصہ ہے اس کے بعد پوتی صرف اس صورت میں حصہ پائے گی جب کہ اس کے مقابل کوئی عصبہ پایا جائے یا درجہ میں اس سے نیچے کوئی مرد ہو جو اسے عصبہ بنادے۔

(۲) بخاری کتاب الفرائض، باب میراث الولد من أبیه وأمه حدیث نمبر (٦٧٣٢)، مسلم کتاب الفرائض، باب ألحقوا الفرائض بأهلها، ترمذی، کتاب الفرائض، باب ما جاء في میراث العصبة حدیث نمبر (٢١٧٩)، اور ابن ماجہ نے دوسرے الفاظ کے ساتھ اس کی روایت کی ہے جو درج ذیل ہیں: اقسموا المال بین أهل الفرائض علی کتاب الله، فما ترکت الفرائض فلأولی رجل ذکر (کتاب الفرائض) باب میراث العصبة حدیث نمبر (٢٧٤٠)۔

(اصحاب فرائض کو ان کے حصے دے دو، اس کے بعد جو باقی رہ جائے تو وہ اس مرد کے لئے ہے جو میت سے زیادہ قریب ہو)۔

لہذا اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے والدین کو چھوڑ جائے تو ماں کو ایک تہائی ملے گا اور باپ کو باقی دو تہائی عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملے گا۔

باپ	ماں
عصبہ ہونے کی وجہ سے ۲/تہائی	ایک تہائی

اس طرح باپ کو ماں کے مقابلے میں دو گنا ملا[(۱)]۔

سوم: یہ ہے کہ حقیقی بہن یا علاتی بہن، حقیقی بھائی یا علاتی بھائی کے ساتھ پائی جائے۔

اور یہ اس لئے کہ ارشادِ باری ہے:

﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (سورۃ النساء:۱۷۶) (اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے)۔

اس بنا پر اگر کوئی شخص مر جائے اور وہ ایک حقیقی بہن اور ایک حقیقی بھائی چھوڑ جائے تو بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

حقیقی بھائی	حقیقی بہن
۲	۱

یا

علاتی بھائی	علاتی بہن
۲	۱

(۱) اور اگر ہم اس کا اعتبار کریں کہ دادا اور دادی میں جہت ایک ہی ہے تو اگر کسی مسئلہ میں دادا اور دادی دونوں ہوں تو دادی چھٹا حصہ پائے گی اور باقی عصبہ ہونے کی بنیاد پر دادا کو ملے گا۔ اور اس کی تفصیل آگے آئے گی کہ یہ صورت بہت نادر ہے اور اکثر صورت میں دادی وارث ہوتی ہے۔ اور اس کے مقابل کے دادا وارث نہیں ہوتے، غالباً اس فصل کی آخری بحث میں یہ آئے گا۔

مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملا۔

چہارم: دو عورتوں کے حصے کے برابر ایک مرد کے حصہ پانے کی حالتیں:

اور یہ اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَاتَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّاتَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَا أَوْدَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲) (اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں، اگر ان کی کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان کی کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد جس کی وہ وصیت کر جائیں یا دین کے بعد۔ اور بیویوں کو چوتھائی حصہ ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ اگر تمھاری کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمھاری کچھ اولاد ہو تو ان کو تمھارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ تم جس کی وصیت کر جاؤ یا دین کے بعد)۔

اس بناپر اگر زوجین میں سے کوئی ایک مرجائے اور دوسرے کو چھوڑ جائے تو میراث کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

	شوہر	بیوی
اولاد نہ ہونے کی صورت میں	آدھا	چوتھائی
اولاد ہونے کی صورت میں	چوتھائی	آٹھواں
ملنے کا تناسب	دو حصے	ایک حصہ

دوسری بحث:

وہ حالات جن میں عورت مرد کے برابر حصہ پاتی ہے

مسائل میراث کا جائزہ لینے اور تتبع اور جستجو کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ صورتوں میں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا ہے، جن میں سے چند صورتیں درج ذیل ہیں:

اول: وہ صورت جس میں ماں، باپ کے ساتھ وارث ہو اور میت کا ایک لڑکا یا دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں اور کبھی صرف ایک لڑکی ہو۔

(الف)

باپ	ماں	بیٹا
چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی دو تہائی کا مستحق ہوگا۔

(ب)

باپ	ماں	دو بیٹیاں
چھٹا حصہ + باقی مال عصبہ ہونے کی وجہ سے (۱)	چھٹا حصہ	دو تہائی
۱	۱	۴

(۱) لیکن یہاں پر اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہیں بچا اس لئے باپ کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملا۔

(ج)

بلکہ یہاں ایسی صورت بھی ہے جس میں باپ اور ماں کو برابر حصہ ملتا ہے جبکہ میت کی ایک بیٹی ہو، جس کی صورت یہ ہے:

شوہر	باپ	ماں	بیٹی
چوتھائی	چھٹا حصہ + باقی ترکہ عصبہ ہونے کی بنیاد پر	چھٹا حصہ	نصف
۳	۲	۲	٦

اس مسئلہ میں عول ہے

(د)

یہاں پر ایسے حالات بھی ہیں جن میں نانی کو باپ کے برابر حصہ ملتا ہے، حالاں کہ باپ کے مقابلہ میں میت سے اس کا رشتہ دور کا ہے مثلاً[1]:

(ا)

باپ	نانی	بیٹا
چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	باقی مال عصبہ ہونے کی وجہ سے
۱	۱	۴

(ب)

باپ	نانی	دو بیٹیاں
چھٹا حصہ + باقی ترکہ عصبہ ہونے کی وجہ سے	چھٹا حصہ	دو تہائی
۱	۱	۴

(۱) یہ صورت تو درجۂ قرابت میں مرد و عورت کے درمیان مساوات کے معیار سے خارج ہے، (اس لئے کہ باپ کے مقابلہ میں ماں آتی ہے نانی باپ کے مد مقابل نہیں) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت کا کتنا اکرام کیا، باوجودیکہ اس صورت میں وہ رشتہ میں میت سے مرد کے مقابلہ میں دور ہے پھر بھی مرد کے برابر حصہ پا رہی ہے۔

دوم: اخیافی بھائیوں کا حصہ میراث میں ہمیشہ اخیافی بہنوں کے برابر ہوگا:

ارشاد باری ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾[1]۔

(اور اگر کوئی میت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں اور نہ فروع ہوں اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن (اخیافی) ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ان کی تعداد اس سے زیادہ ہو تو وہ سب تہائی میں (برابر کے) شریک ہوں گے)۔

قرآن کریم کے اس نص سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بھائی بہن ماں شریک (اخیافی) ہوں تو مرد و عورت دونوں کا حصہ برابر ہوگا۔

اس آیت کی رو سے بھائیوں کی میراث درج ذیل ہوگی:

(الف)

شوہر	ماں	اخیافی بھائی
نصف	ایک تہائی	چھٹا حصہ
۳	۲	۱

شوہر	ماں	اخیافی بہن
نصف	ایک تہائی	چھٹا حصہ
۳	۲	۱

---

(۱) سورۃ النساء/۱۲، علامہ قرطبی فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں بھائیوں سے مراد اخیافی بھائی ہیں اور سعد بن ابی وقاصؓ اس کو اس طرح پڑھتے تھے: "ولہ اُخ او اُخت من اُمہ" (اور اس کے اخیافی بھائی یا بہن ہوں) اور اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حقیقی بھائیوں کو میراث اس طرح نہیں ملے گی۔ دیکھئے: الجامع لأحکام القرآن (۵/۷۸)۔

(ب)

شوہر	ماں	اخیافی بھائی	اخیافی بہن
نصف	چھٹا حصہ	ایک تہائی میں دونوں برابر کے شریک	
۳	۱	۱	۱

سوم: مشترک مسئلہ:[۱]

لہذا اگر کوئی عورت مرجائے اور شوہر، ماں، دو اخیافی بہنوں اور ایک حقیقی بھائی کو چھوڑ جائے تو شوہر کو پورے ترکہ کا نصف، ماں کو چھٹا حصہ اور دونوں اخیافی بہنوں میں سے ہر ایک کو بھی چھٹا چھٹا حصہ ملے گا (جو پورے ترکہ کا ایک تہائی ہے)

---

(۱) یہ علم میراث کے مشہور مسائل میں سے ہے جس میں میت کے وارثین میں شوہر، ماں، چند اخیافی بھائی اور ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی بھائی ہوں تو شوہر کو پورے ترکہ کا نصف، ماں کو چھٹا حصہ اور تمام اخیافی بھائیوں کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور حقیقی بھائی کو عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ماندہ مال ملتا، مگر یہاں پر کچھ باقی نہیں بچا اس لئے اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اس کی بنیاد یہ حدیث ہے: اصحاب فرائض کو ان کا حصہ دے دو اس کے بعد جو بچ جائے تو وہ اس مرد کے لئے ہے جو میت سے زیادہ قریب ہو، سیدنا حضرت عمر، حضرت زید، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس اور حضرت ابو موسی اشعری رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے، لیکن سیدنا عمر فاروقؓ نے اس فیصلے سے اس وقت رجوع کرلیا جبکہ کچھ حقیقی بھائیوں نے آکر ان سے عرض کیا: اے امیرا لمومنین! ہمارا اور ہمارے وفات یافتہ بھائی کا باپ ایک ہے اور ہمارے اخیافی بھائیوں کا باپ ایک نہیں ہے اور ہماری اور ہمارے اخیافی بھائیوں کی ماں ایک ہے۔ تو اگر آپ ہمیں ہمارے باپ کی وجہ سے محروم قرار دے رہے ہیں تو کم از کم ہماری ماں کی وجہ سے ہمیں مرحوم بھائی کا وارث بنائیے جیسا کہ آپ نے ہمارے اخیافی بھائیوں کو ان کی ماں کے رشتے کی وجہ سے وارث بنایا ہے، اور یہ فرض کرلیجئے کہ ہمارا باپ گدھا تھا تو کیا ہم سب ایک ماں کے رحم سے نہیں نکلے ہیں؟ تو اس وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے صحیح کہا، چنانچہ اس کے بعد آپ نے انھیں باقی ماندہ ایک تہائی ترکہ میں ان کے اخیافی بھائیوں کے ساتھ شریک کیا اور حضرت زید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اس فیصلے میں حضرت عمرؓ کی تائید کی، لیکن سیدنا حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے پہلے ہی فیصلہ پر قائم رہے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور سگے بھائی کو کچھ نہیں ملے گا

شوہر	ماں	دواخیافی بہنیں	حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	ایک تہائی	باقی عصبہ ہونے کی وجہ سے ملتا اور یہاں کچھ بھی باقی نہیں ہے
۳	۱	۲	صفر

یہاں پر دواخیافی بہنوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملا اس لئے کہ وہ دونوں ایک تہائی میں برابر کی شریک ہیں، اور حقیقی بھائی کے لئے کچھ بھی نہیں بچا، لیکن سیدنا عمر فاروق، سیدنا زیدؓ اور سیدنا عثمان بن عفانؓ کے فیصلے کی رو سے اب اس صورت میں ترکہ کی تقسیم درج ذیل طریقے پر ہوگی:۔

شوہر	ماں	دواخیافی بہنیں	ایک حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	یہ سب ایک تہائی میں برابر	کے شریک ہوں گے۔

لہذا ایک تہائی ترکہ کو ان تینوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کیا جائے گا ان تینوں (دواخیافی بہنوں اور ایک حقیقی بھائی) میں سے ہر ایک کے لئے تین حصوں سے ایک ایک حصہ ہوگا، اس لئے کہ حقیقی بھائی اس صورت میں اخیافی بھائی کی حیثیت سے وارث ہوا ہے۔

(بقیہ) دیکھئے: بدایۃ المجتہد ونہایۃ المتقصد لابن رشد، (۲/۳۴۵) المغنی (۹/ ۲۴-۲۶) لابن قدامہ المقدسی، تحقیق ڈاکٹر عبدالفتاح الحلو، ڈاکٹر عبداللہ ترکی، سیدنا عمر فاروقؓ کے اس دوسرے فیصلہ کی ترجیح کے دوسرے اسباب معلوم کرنے کے لئے دیکھئے: محاضرات فی المیراث والوصیۃ لصلاح الدین سلطان مطبوعہ ۱۹۹۲ء، طبع الرسالہ ص ۱۰۴، ۱۰۵۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ حقیقی بھائی جو درجہ کے لحاظ سے میت سے سب سے زیادہ قریب ہے اس کو اخیافی بہن کے برابر حصہ مل رہا ہے حالانکہ اخیافی بہن درجہ کے لحاظ سے (حقیقی بھائی کے مقابلہ میں) میت سے دور ہے۔

چہارم: مرد وعورت اگر تنہا ہوں تو ترکہ میں ان کو برابر حصہ ملنا:

اگر کوئی شخص مر جائے اور ایک مرد یا ایک عورت چھوڑے تو آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جو باقی رہا ہے وہ پورا ترکہ لے لے گا خواہ یہ صورت ہو کہ مرد عصبہ ہونے کی حیثیت سے اس کو لے یا عورت پہلے اصحاب فرائض میں سے ہونے کی حیثیت سے اپنا حصہ لے اور باقی ماندہ ترکہ بطور رد کے اس کو مل جائے، اس کی مثالیں درج ذیل نقشہ میں ملاحظہ کی جائیں:

	وارث مرد	ترکہ میں اس کا حصہ	وارث عورت	ترکہ میں اس کا حصہ
(ا)	باپ	عصبہ ہونے کی بنا پر پورے ترکہ کا وارث ہوگا	ماں	ایک تہائی+ باقی دو تہائی ترکہ بطور رد اسے ملے گا
(ب)	بیٹا	عصبہ ہونے کی بنا پر پورے ترکہ کا وارث ہوگا	بیٹی	نصف+ باقی نصف ترکہ بطور رد اسے ملے گا
(ج)	بھائی	عصبہ ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گا	بہن	نصف+ باقی نصف بطور رد اسے ملے گا

(د)	شوہر	نصف اور باقی بطور رد اسے ملے گا	بیوی	ایک چوتھائی باقی بطور رد اسے ملے گا
(ہ)	ماموں	ذوی الارحام میں سے ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گا	خالہ	ذوی الارحام میں سے ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گی
(و)	چچا	عصبہ ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گا	پھوپھی	ذوی الارحام میں سے ہونے کی بنا پر پورا ترکہ پائے گی

یہ چند صورتیں محض مثال کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔ اس میں ان تمام صورتوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے جن میں مرد و عورت کا حصہ ترکہ میں برابر ہوتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان صورتوں میں عورت کو مرد کے برابر حصہ اس لئے ملا ہے کہ اس کے مقابلہ میں مرد نہیں ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں نص وارد ہے کہ اصحاب فرائض عورتوں کے لئے اپنے حصوں سے زیادہ حصہ لینا جائز نہیں ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ ہم اصل رد کے مسئلہ میں (عورت اور مرد کے درمیان کسی تفریق کے بغیر) فقہاء کے درمیان اختلاف پاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ، امام مالک اور امام شافعی اصحاب فرائض پر رد کے قائل نہیں ہیں، جبکہ اکثر صحابہ اور فقہاء اسے جائز قرار دیتے ہیں[۱]۔ مصری قانون دفعہ نمبر ۱۴ قانون میراث نمبر ۷۷ ۱۹۴۳ء میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: کتاب الأم للشافعی ۴/۷۶، ۷۷، ۸۰، ۸۱، المغنی لابن قدامہ: ۹/۴۸-۵۱۔

انھیں حالات کے ساتھ وہ صورت بھی لاحق ہے جب کہ مسئلہ میں زوجین کے علاوہ پر رد ہو۔ جس کی مثال درج ذیل ہے[1]۔

(ا)

شوہر	بیٹا
چوتھائی	عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی ترکہ

بیوی	بیٹی
آٹھواں حصہ	نصف + باقی بطور رد اس کو ملا

(ب)

بیوی	بھائی
چوتھائی	عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی ترکہ

بیوی	بہن
چوتھائی	نصف + باقی بطور رد اس کو ملا

یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹا اور بیٹی اور بھائی اور بہن کا ترکہ میں حصہ برابر ہے۔

بہر حال فقہاء کرام میں سے کسی نے بھی دوسرے وارث کی موجودگی میں شوہر پر رد کو اس لئے جائز قرار نہیں دیا ہے کہ وہ مرد ہے اور بیوی کو رد سے اس لئے

(۱) مصری قانون وضع کرنے والوں نے اس صورت کو اختیار کیا ہے کہ زوجین کے علاوہ پر رد اس صورت میں ہوگا جبکہ زوجین میں سے کسی ایک کے ساتھ وارثین میں سے کوئی ہو، یہ سیدنا عمر، علی، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب ہے۔ لیکن میں اس مسئلہ میں زوجین پر بھی رد کرنے کو ترجیح دیتا ہوں جو سیدنا عثمان بن عفان کا مذہب ہے۔ وارثین کے درمیان کی تفریق کے بغیر، اس لئے کہ زوجین عول کی صورت میں خسارہ برداشت کرتے ہیں، اس لئے رد کی صورت میں فائدہ کے وقت بھی ان کا حصہ ہونا چاہئے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں رشتۂ زوجیت کی وجہ سے وارث ہوتے ہیں اور دونوں میں سے کسی ایک کی وفات کے بعد بھی قرآن نے انھیں زوجین کہا ہے۔ اس کی تفصیل صلاح سلطان کی کتاب: ''محاضرات فی المیراث والوصیۃ ۱۴۱ - ۱۴۳ میں ملاحظہ کیجئے۔

محروم قرار نہیں دیا ہے کہ وہ بیوی اور عورت ہے۔

پنجم: دوسرے حالات:

(الف) حقیقی بہن کا حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پانا:

(الف)

شوہر	حقیقی بھائی
نصف	عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ترکہ
۱	۱

شوہر	حقیقی بہن
نصف	نصف
۱	۱

(ب)

شوہر	بیٹی	حقیقی بھائی
چوتھائی	نصف	عصبہ ہونے کی بنا پر باقی ترکہ
۱	۲	۱

شوہر	بیٹی	حقیقی بہن
چوتھائی	نصف	بیٹی کے ساتھ عصبہ ہونے کی بنا پر باقی ترکہ
۱	۲	۱

(ب) اخیافی بہن کا حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پانا:

ماقبل میں ہم نے اس صورت کا تذکرہ کیا ہے جس میں اخیافی بہن اخیافی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پاتی ہے اور مشترک مسئلہ میں اخیافی بہنیں حقیقی بھائی کے ساتھ برابر حصہ پاتی ہیں اور یہاں پر اخیافی بہن جو قرابت کے لحاظ سے دور ہے حقیقی

بھائی کے ساتھ جو قرابت کے لحاظ سے (میت سے) قریب ہے برابر حصہ پاتی ہے۔

اس کی مثال درج ذیل ہے:

شوہر	ماں	اخیافی بہن	حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	عصبہ ہونے کی بنا پر باقی چھٹا حصہ
۳	۱	۱	۱

(ج) متعدد عورتوں کا مردوں کے ساتھ ترکہ پانے میں مساوی ہونا ان لوگوں کے ساتھ جو کبھی محجوب نہیں ہوتے:

یہاں حجب کی دو قسمیں ہیں: ایک حجب حرمان اور یہ وہ لوگ ہیں جو نتیجہ کے اعتبار سے ترکہ سے اس لئے محروم ہوتے ہیں کہ انھیں محجوب کرنے والا وارث موجود ہوتا ہے مثلاً بھائی جو باپ کی وجہ سے بالکلیہ محجوب ہو جاتا ہے اور دوسری قسم حجب نقصان کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا حصہ دوسرے کے وارث موجود ہونے کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر میت کے فروع میں سے کوئی وارث ہو تو ماں کا حصہ ثلث (تہائی) سے گھٹ کر سدس (چھٹا حصہ) ہو جائے گا۔

یہاں پر چھ وارثین وہ ہیں جو کسی بھی حال میں بالکلیہ محروم نہیں ہوتے، یعنی ان کے ساتھ حجب حرمان کی صورت نہیں ہو سکتی، وہ درج ذیل ہیں:

شوہر	بیوی
بیٹا	بیٹی
باپ	ماں

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ان میں سے تین مرد ہیں اور انھیں کے مثل تین عورتیں ہیں جو بالکلیہ محروم نہیں ہوتے۔

(د) ذوی الارحام[1] کی میراث کے مسئلہ میں تین مذاہب ہیں:

۱- اہل رحم کا مذہب جو تمام ذوی الارحام کو برابر قرار دیتے ہیں خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث اور خواہ میت سے ان کا درجہ قریب ہو یا دور۔ لہذا اگر کوئی شخص مر جائے اور درج ذیل وارثین کو چھوڑ جائے تو ترکہ چار حصوں میں تقسیم ہوگا اور ہر وارث کو ایک ایک حصہ ملے گا:

نواسی	نواسا	ماموں	خالہ
۱	۱	۱	۱

۲- اہل تنزیل کا مذہب جو ذوی الارحام کو ان کے اصول کے قائم مقام قرار دیتے ہیں، لہذا اگر کسی میت کی نواسی اور بھانجا ہوں تو انھیں ان کے اصول کے قائم مقام قرار دے کر ترکہ دیا جائے گا جس کی صورت درج ذیل ہے:

---

(۱) قانون نمبر ۷۷ سنہ ۱۹۴۳ء کی دفعہ نمبر ۳۱ میں آیا ہے کہ: اگر عصبہ نسبی میں سے کوئی نہ ہو اور نہ نسبی اصحاب فرائض میں سے کوئی ہو تو ترکہ یا اس کا باقی ماندہ حصہ ذوی الارحام کو ملے گا، یہ اچھی ترجیح ہے۔ اس کے برخلاف سیدنا حضرت زید، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالکؒ، امام اوزاعی، امام ابوثور، امام شافعی، داؤد اور ابن جریر طبری کی رائے یہ ہے کہ اصحاب فرائض اور عصبہ کے بعد جو ترکہ باقی بچے گا وہ بیت المال کا ہوگا۔ اس مسئلہ میں ان حضرات کے برخلاف حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوعبیدہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم، قاضی شریح، عمر بن عبد العزیز، طاؤس، علقمہ، مسروق، اہل کوفہ، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کی رائے ہے۔ دیکھئے: علامہ شوکانی کی ''نیل الاوطار: ۶ / ۶۳، ۶۴، مصری قانون وضع کرنے والوں نے اسی آخری مذہب کو اختیار کیا ہے۔

بھانجا	نواسی
بہن	لڑکی
عصبہ مع الغیر ہونے کی بنا پر باقی ترکہ	نصف

۳- اہل قرابت کا مذہب، جس میں میت سے زیادہ قریب ذوی الارحام کا اعتبار کیا جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص مرجائے اورنواسا اور پھوپھی زاد بھائی کو چھوڑ جائے تو پورا ترکہ نواسا کو ملے گا اور پھوپھی زاد بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

فقہ اسلامی میں یہ تین آراء پیش کی گئی ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہل رحم کا مذہب مرد وعورت دونوں کے اکٹھا ہونے کی صورت میں دونوں کو مساوی قرار دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا ہے (۱)۔

---

(۱) مصری قانون میں قانون کی دفعہ ۳۱ میں اہل قرابت کے مذہب کو اختیار کیا گیا ہے، پہلے مذہب کو اختیار نہیں کیا گیا ہے، لیکن اس سے پہلے مذہب کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔

تیسری بحث:

وہ حالات جن میں عورت مرد سے زیادہ حصہ پاتی ہے

اسلامی شریعت میں میراث کا نظام دو بنیادی طریقوں پر قائم ہے جو درج ذیل ہیں:

۱- فرض کی بنیاد پر میراث کا استحقاق جو قرآن کریم اور سنت نبوی میں مذکور ہے[1]۔

یعنی اصحاب فرائض اپنا وہ حصہ لے لیں جسے نص قرآنی نے متعین کر دیا ہے یعنی دو تہائی یا ایک تہائی یا چھٹا حصہ یا نصف یا چوتھائی یا آٹھواں حصہ۔

۲- عصبہ ہونے کی بنیاد پر میراث کا استحقاق، یعنی اصحاب فرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد جو بچے وہ عصبہ کو ملے گا۔ تو عصبہ وارث ہوتے ہیں لیکن ان کا حصہ متعین نہیں ہے۔ اور وہ عصبہ بنفسہ ہیں مثلاً بیٹا اور پوتا نیچے تک اور باپ اور دادا اوپر تک، اور حقیقی بھائی، علاتی بھائی اور ان دونوں کی اولاد، اور حقیقی چچا اور ان کی اولاد نیچے تک اور دوسرے عصبہ بغیرہ ہیں یعنی بھائی کے ساتھ بہن اور بیٹے کے ساتھ بیٹی اور پوتے کے ساتھ پوتی کا وارث ہونا اگر چہ یہ سلسلہ نیچے تک جائے اور تیسرے عصبہ مع غیرہ ہیں یعنی حقیقی بہن یا علاتی بہن کا، بیٹی یا پوتی کے ساتھ وارث ہونا۔

اسلام کا نظام میراث اسی اصول پر قائم ہے کہ پہلے اصحاب فرائض کے لئے

---

(۱) تمام حصے قرآن کریم میں وارد ہیں، اس میں صرف دادی کی میراث کا استثناء ہے جس کا تذکرہ سنت نبوی میں آیا ہے۔

جو حصے مقرر ہیں وہ اسے لے لیں، پھر عصبہ حضرات، اصحاب فرائض کے لینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ لیتے ہیں اور تنہا ہونے کی صورت میں انھیں پورا ترکہ مل جاتا ہے۔

اور تتبع اور استقراء سے ثابت ہے کہ اصحاب فرائض میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ فرض کی بنیاد پر زیادہ وارث ہوتی ہیں۔ اور بہت سے حالات میں فرض کی بنیاد پر انھیں جو حصہ ملتا ہے وہ عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملنے والے حصے کے مقابلہ میں زیادہ ہے اور یہ بات پہلے درج ذیل نقشے سے سمجھ میں آئے گی پھر اس کے بعد غور وفکر کرنے سے۔

قرآن وحدیث میں بیان کئے جانے والے حصے اور ان کے مستحقین

۱- دو تہائی:

۱-دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ۲-دو یا دو سے زیادہ پوتیاں
۳-دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں ۴-دو یا دو سے زیادہ علاتی بہنیں

۲-نصف

۱-ایک بیٹی ۲-ایک پوتی ۳-ایک حقیقی بہن
۴-ایک علاتی بہن ۵-شوہر

۳-ایک تہائی

۱-ماں ۲-اخیافی بہن ۳-اخیافی بھائی

۴-چھٹا حصہ

۱-ماں ۲-دادی ۳-پوتی ۴-علاتی بہن
۵-اخیافی بہن ۶-اخیافی بھائی ۷-باپ ۸-دادا

۵-چوتھائی

۱-شوہر ۲-بیوی

۶-آٹھواں حصہ

۱-بیوی

تمام اصحاب فرائض کے مندرجہ بالا حصہ پانے کے لئے کچھ شرائط ہیں۔اس نقشے میں انھیں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اس تقسیم سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

۱-قرآن کریم میں سب سے بڑا حصہ دو تہائی ہے اور یہ حصہ مردوں میں سے کسی کو نہیں ملتا بلکہ یہ صرف عورتوں کے لئے خاص ہے۔

۲-شوہر کے علاوہ مردوں میں سے کوئی بھی نصف ترکہ نہیں پاتا اور شوہر بھی نصف ترکہ کا مستحق اس وقت ہوتا ہے جبکہ میت کے فروع میں کوئی وارث نہ ہو اور یہ صورت نادرالوقوع ہے۔اور عورتوں میں سے چار کو نصف ملتا ہے۔

۳- تہائی کی مستحق دو عورتیں ہوتی ہیں، ان میں سے ایک ماں ہے جبکہ میت کے فروع میں کوئی وارث نہ ہو یا دو یا دو سے زیادہ بھائی موجود نہ ہوں، اور دوسری اخیافی بہنیں ہیں۔اخیافی بہنیں اس صورت میں تہائی ترکہ پاتی ہیں جبکہ میت کے اصول وفروع میں سے کوئی وارث نہ ہوں اور ان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو۔انھیں شرائط کے ساتھ اخیافی بھائی بھی تہائی ترکہ پاتے ہیں یا پھر اس صورت میں جبکہ ایک اخیافی بھائی ایک اخیافی بہن کے ساتھ ہو تو دونوں کو برابر برابر حصہ ملتا ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا۔

۴- چھٹے حصہ کے مستحق آٹھ افراد ہوتے ہیں: جن میں سے پانچ عورتیں ہیں اور تین مرد۔

۵- چوتھائی حصہ شوہر پاتا ہے جبکہ بیوی کے فروع میں سے کوئی وارث موجود ہو، اور چوتھائی حصہ بیوی پاتی ہے جب کہ شوہر کے فروع میں سے کوئی وارث نہ ہو۔

٦- آٹھواں حصہ بیوی لیتی ہے جبکہ شوہر کے فروع میں سے کوئی وارث موجود ہو، اور یہ بات واضح ہوگئی کہ ترکہ میں عورت کے لئے متعین مقدار کی صراحت اس کے لئے مفید ہے۔ چنانچہ وہ مردوں کی میراث کی حالتوں سے زیادہ حالات میں اصحاب فرائض ہونے کی بنیاد پر وارث ہوتی ہے (۱۷/٦)۔

عورتیں سترہ حالتوں میں اصحاب فرائض کی حیثیت سے میراث پاتی ہیں، جب کہ مرد صرف چھ حالتوں میں اصحاف فرائض ہونے کی بنیاد پر میراث پاتے ہیں۔ یہ تحدید وتعیین یقینی طور پر عورت کے لئے مفید ہے جس کی بنا پر وہ مرد سے زیادہ میراث پاتی ہے۔ ذیل میں جو تقابلی نقشہ پیش کیا جارہا ہے اس سے اس کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے:

اول: دوتہائی حصہ عورت کے لئے کبھی مرد کے عصبہ ہونے سے زیادہ مفید ہے:

(الف) اگر کوئی عورت مرجائے اور اس کا ترکہ ساٹھ ایکڑ زمین ہو اور درج ذیل ورثہ ہوں (۱):

(۱) پہلے مسئلہ میں عول ہے یعنی حصے مسئلہ کے عدد سے بڑھ گئے ہیں، لہذا ترکہ کو عول کے عدد ۱۵/ پر تقسیم کیا جائے گا، یعنی ٦۰/ ایکڑ زمین کو ۱۵/ سے تقسیم کریں گے۔ اور ایک حصہ پر ۴/ ایکڑ زمین آئے گی جسے اس طرح لکھ سکتے ہیں ۴ = ۱۵ ÷ ٦۰ اسے ہر ایک وارث کے حصوں میں ضرب دیں گے تاکہ تمام ورثاء نقصان برداشت کریں، جبکہ دوسرے مسئلہ میں ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا ۵ = ۱۲ ÷ ٦۰ ایکڑ۔ اس لئے کہ کل حصے مسئلہ کے عدد کے مساوی ہیں۔

شوہر	باپ	ماں	دو بیٹیاں
چوتھائی	چھٹا حصہ+ باقی عصبہ ہونے کی وجہ سے	چھٹا حصہ	دو تہائی
۳	۲+	۲	۸
۱۲	۸	۸	۳۲

شوہر	باپ	ماں	دو بیٹے
چوتھائی	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	باقی ترکہ عصبہ ہونے کی بنا پر
۳	۲	۲	۵
۱۵	۱۰	۱۰	۲۵

ہر بیٹی کے لئے سولہ ایکڑ   ہر بیٹے کے لئے ساڑھے بارہ ایکڑ

اس تقابل اور موازنہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دو بیٹیوں کے لئے دو تہائی حصے کی تعیین نے انھیں بعض مسائل میں اس کا موقع فراہم کیا کہ ہر بیٹی اپنے مدمقابل بیٹے سے زیادہ ترکہ لے جبکہ دو بیٹیوں کی جگہ پر دو بیٹے ہوں۔

اور اگر ہم دو بیٹیوں کی جگہ دو پوتیوں کو اور دو بیٹوں کی جگہ دو پوتوں کو رکھ دیں تو بھی مسئلہ بعینہ یہی رہے گا۔ اس لئے کہ وہ اولاد ہونے کی بنیاد پر وارث ہوں گے اگر چہ وہ درجہ کے لحاظ سے دور ہیں۔

(ب) اگر کوئی عورت مرجائے اور ترکہ ۴۸ ایکڑ ہو اور ورثاء درج ذیل ہوں:

شوہر	دو حقیقی بہنیں	ماں
نصف	دو تہائی	چھٹا حصہ
۳	۴	۱
۱۸	۲۴	۶

اس میں عول ہے ۶ = ۸ ÷ ۴۸

شوہر	ماں	دو حقیقی بھائی
نصف	چھٹا حصہ	عصبہ
۳	۱	۲
۲۴	۸	۱۶

۴۸÷۶=۸

ہر بہن کے لئے ۱۲/ ایکڑ　　ہر بھائی کے لئے ۸/ ایکڑ

واضح رہے کہ دو تہائی حصے کی تعیین سے دونوں بہنوں کو فائدہ پہنچا، ان میں سے ہر ایک کو ۱۱۲ ایکڑ زمین ملی ان دونوں بھائیوں کے مقابلے میں جو عصبہ ہونے کی بنیاد پر وارث ہوئے۔ ان دونوں کا حصہ سولہ (۱۶) ایکڑ ہوا۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کو آٹھ (۸) ایکڑ زمین ملی

اگر دو حقیقی بہنوں اور دو حقیقی بھائیوں کے بجائے دو علاتی بہنیں دو علاتی بھائیوں کے ساتھ ہوں تو بھی مسئلہ یہی رہے گا۔

دوم: عورت کے لئے نصف حصہ کبھی کبھی مرد کے عصبہ ہونے سے زیادہ مفید ہے:

اس کی وضاحت درج ذیل مثال سے ہوگی:

(الف) اگر کوئی عورت مرجائے اور اس کا ترکہ (۱۵۶/ ایکڑ) ہو اور اس کے ورثاء میں سے درج ذیل لوگ باقی ہوں:

شوہر	باپ	ماں	بیٹی
چوتھائی	چھٹا حصہ+ باقی بطور عصبہ	چھٹا حصہ	نصف
۳	۲	۲	۶
۳۶	۲۴	۲۴	۷۲

اس میں عول ہے

۱۵۶÷۱۳=۱۲

بیٹا	ماں	باپ	شوہر
عصبہ	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	چوتھائی
۵	۲	۲	۳
۶۵	۲۶	۲۶	۳۹

۱۵۶÷۱۲=۱۳

اس صورت میں بیٹی کو اصحاب فرائض میں ہونے کی بنا پر (۷۲/۱ ایکڑ) ملے اور اس کے حق کی وجہ سے شوہر، باپ اور ماں کا حصہ کم ہو گیا، اس لئے کہ اس مسئلہ میں عول ہوا ہے۔ اور بیٹا جو عصبہ ہونے کی بنیاد پر وارث ہوتا ہے اس کے حصہ میں (۶۵/۱ ایکڑ زمین) آئی۔ اس لئے کہ اصحاب فرائض کو ان کا حصہ دینے کے بعد یہی باقی بچا۔ اور یہ بیٹی کے حصہ سے کم ہے۔

اور اگر بیٹی کے بجائے پوتی اور بیٹے کے بجائے پوتا ہو تو بھی مسئلہ جوں کا توں رہے گا، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(ب) کوئی عورت مر جائے، ترکہ ۴۸/۱ ایکڑ زمین ہو اور ورثاء درج ذیل ہوں:

حقیقی بہن	ماں	شوہر
نصف	تہائی	نصف
۳	۲	۳
۱۸	۱۲	۱۸

اس میں عول ہے

۴۸÷۸=۶

دو بیٹے	ماں	شوہر
باقی ترکہ عصبہ ہونے کی بنا پر	تہائی	نصف
۱	۲	۳
۸	۱۶	۲۴

۴۸÷۶=۸

یہاں بہت زیادہ فرق ہے۔ اس لئے کہ حقیقی بہن کو اپنے مدمقابل حقیقی بھائی کے مقابلہ میں زیادہ حصہ ملا۔ حقیقی بھائی کا حصہ (۱۸ ایکڑ زمین) ہے جبکہ حقیقی بہن کا حصہ (۱۱۸ ایکڑ زمین) ہورہا ہے۔

سوم: تہائی حصہ جو عورت پاتی ہے وہ کبھی کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے:

اس کی وضاحت درج ذیل نقشہ سے ہوتی ہے:

	بیوی	ماں	دواخیافی بہنیں	دو حقیقی بھائی
ترکہ ۴۸	چوتھائی	چھٹا حصہ	تہائی	باقی ترکہ بطور عصبہ کے
۴۸÷۱۲=۴	۳	۲	۴	۳
	۱۲	۸	۱۶	۱۲

اس مسئلہ میں دونوں اخیافی بہنوں میں سے ہر ایک کو (۱۸ ایکڑ) مل رہا ہے۔ حالاں کہ میت سے ان کی قرابت دور کی ہے جبکہ دونوں حقیقی بھائیوں کو (۱۱۲ ایکڑ) اور ہر ایک کو (۱۶ ایکڑ) مل رہا ہے جو دونوں بہنوں کے حصہ سے کم ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اصحاب فرائض میں ہونے کی بنیاد پر عورت جو حصہ پاتی ہے کبھی کبھی اس کی مقدار مرد کے اس حصے سے بڑھ جاتی ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے۔

(ب) ایک مسئلہ ایسا بھی ہے جس سے اس بات کی زیادہ وضاحت ہوتی ہے کہ تہائی حصہ جو عورت کو ملتا ہے وہ کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے۔

مثلاً:

شوہر	دو اخیافی بہن	دو حقیقی بھائی	ترکہ
نصف	تہائی	باقی ترکہ بطور عصبہ	ترکہ ۱۲۰/۱ ایکڑ
۳	۲	۱	۱۲۰÷۶=۲۰
۶۰ ایکڑ	۴۰ ایکڑ	۲۰ ایکڑ	

اس مسئلہ میں ہر اخیافی بہن کو حقیقی بھائی کے حصے کا دو گنا مل رہا ہے حالانکہ حقیقی بھائی میت سے رشتے میں زیادہ قریب ہے۔

(ج) ایک مسئلہ ایسا ہے جس میں اختلاف مشہور ہے اور امت کے فقہاء کے درمیان اس کے بارے میں بڑی بحثیں ہیں اور وہ ماں کے حصہ کا مسئلہ ہے جبکہ اس کے ساتھ باپ اور شوہر ہو، تو اگر شوہر کو نصف اور ماں کو ایک تہائی دیا جائے تو باپ کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے باقی ماندہ چھٹا حصہ ملے گا جو ماں کے حصے کا نصف ہے۔ اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ شوہر کو نصف ترکہ دینے کے بعد ماں کو باقی ماندہ ترکہ کا تہائی حصہ دیا جائے گا تاکہ باپ کو ماں سے زیادہ حصہ ملے، لیکن حضرت ابن عباسؓ ظاہر نصوص پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے نقطۂ نظر کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے یہ کہتے رہے کہ اگر میت کے فروع میں کوئی وارث نہ ہو یا دو سے زیادہ بھائی نہ ہوں تو ماں کا حصہ ایک تہائی ہے خواہ اس کا حصہ باپ کے حصہ سے بڑھ جائے، چنانچہ وہ سیدنا زیدؓ سے فرماتے ہیں: ''کیا تم باقی ماندہ ترکہ کے تہائی کا ذکر قرآن کریم میں پاتے ہو یا اپنی رائے سے کہتے ہو؟'' تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ میں اپنی رائے سے کہتا ہوں۔ میں ماں کو باپ پر فوقیت نہیں دے سکتا۔

اس اختلاف کے اثر کو واضح کرنے کے لئے جو اب تک فقہ کی تمام کتابوں میں

موجود ہے ہم ذیل میں ایک نقشہ پیش کررہے ہیں جس سے دونوں اقوال میں موازنہ کیا جاسکتا ہے:

شوہر	ماں	باپ
نصف	تہائی	باقی ترکہ بطور عصبہ
۳	۲	۱

حضرت ابن عباس کا مذہب

شوہر	ماں	باپ
نصف	تہائی (زوجین کا حصہ دینے کے بعد باقی کا ثلث)	باقی ترکہ بطور عصبہ
۳	۱	۲

حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ کا مذہب

عام قواعد کی رو سے اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کا مذہب راجح ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کی رائے ایک فقہی رائے ہے جس کی ظاہر نص سے تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کسی بھی اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ میراث کے احکام میں دونوں میں سے جس رائے کو چاہے اختیار کرے۔

چہارم: چھٹا حصہ جو از روئے فرض عورت کو ملتا ہے وہ کبھی کبھی مرد کے اس حصہ سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے:

اس کی وضاحت چند مسائل میں ہوتی ہے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(الف)

شوہر	ماں	اخیافی بہن	دوحقیقی بھائی	
نصف	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	باقی ماندہ ترکہ بطور عصبہ	ترکہ
۳	۱	۱	۱	۱۶۰ ایکڑ
۱۳۰ ایکڑ	۱۱۰ ایکڑ	۱۱۰ ایکڑ	۱۰/۱ ایکڑ	۶۰÷۶=۱۰

اس مسئلہ میں اخیافی بہن کو جو صرف چھٹا حصہ ملا ہے وہ ہر سگے بھائی کے حصہ سے دوگنا ہے۔ اور اگر سگے بھائیوں کی تعداد بڑھ جائے تو اخیافی بہن کا حصہ پورا علی حالہ برقرار رہے گا، جبکہ حقیقی بھائیوں کے عصبہ ہونے کی بنیاد پر باقی ماندہ چھٹا حصہ ہی ان سب پر تقسیم ہوگا۔ اور بھائیوں کی تعداد میں اضافہ کے اعتبار سے حصے میں کمی آتی چلی جائے گی۔

(ب) ترکہ ۶۴۸

۶۴۸÷۲۷=۲۴

بیوی	باپ	ماں	بیٹی	پوتی
آٹھواں حصہ	چھٹا حصہ+ باقی ترکہ بطور عصبہ	چھٹا حصہ	نصف	چھٹا حصہ
۳	۴	۴	۱۲	۴
۷۲	۹۶	۹۶	۲۸۸	۹۶

بیوی	باپ	ماں	بیٹی	پوتا
آٹھواں حصہ	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	نصف	باقی ترکہ بطور عصبہ
۳	۴	۴	۱۲	۱
۸۱	۱۰۸	۱۰۸	۳۲۴	۲۷
				۶۴۸÷۲۴=۲۷

اس صورت میں پوتی نے مسئلہ کے چار حصے لئے اس لئے کہ اس کا حصہ چھٹا ہے، لیکن پوتے کو صرف ایک حصہ ملا، اس لئے کہ وہ عصبہ کی حیثیت سے وارث بن رہا ہے لہذا وہ باقی ماندہ حصہ ہی لے گا۔ اور اس کے لئے باقی ماندہ صرف ایک حصہ ہے پس اگر ترکہ ۶۴۸[1] ایکڑ زمین ہو تو پوتی (۱۹۶ ایکڑ) لے گی اور پوتا صرف ۲۷ ایکڑ لے گا۔ ان دونوں حصوں میں بہت بڑا فرق ہے جو مخفی نہیں ہے۔

(ج)

بعض نادر حالات میں ماں کو اصحاب فرائض میں ہونے کی بنیاد پر جو چھٹا حصہ ملتا ہے وہ باپ کے اس حصے سے بڑھ جاتا ہے جو اسے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ملتا ہے۔ ان میں سے ایک صورت درج ذیل ہے:

جبکہ ترکہ (۶۰) ایکڑ زمین ہو۔ اس تقابل کو ملاحظہ فرمائیے:

ماں	نانی	دادی
چھٹا حصہ بطور فرض کے + باقی بطور رد کے ۶۰/ ایکڑ	ماں کی وجہ سے محجوب صفر	ماں کی وجہ سے محجوب صفر
باپ	نانی	دادی
عصبہ ۵ ۵۰/ ایکڑ	چھٹا حصہ ۱ ۱۰/ ایکڑ	باپ کی وجہ سے محجوب صفر

(۱) پہلے مسئلہ میں عول ہے۔ لہذا ترکہ عول کے ۲۷/ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ ۶۴۸ ÷ ۲۷ = ۲۴ لیکن دوسرے مسئلہ میں عول نہیں ہے، اس لئے کہ عصبہ موجود ہے۔ لہذا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا ۲۷ = ۲۴ ÷ ۶۴۸۔

اس مسئلہ میں ماں کو اصحاب فرائض میں ہونے کی وجہ سے پہلے چھٹا حصہ ملا اور باقی ترکہ بطور رد کے ملا۔ اور یہ اس لئے کہ اسے دادیوں اور نانیوں کو محجوب بنانے میں باپ سے زیادہ فوقیت حاصل ہے، اس لئے کہ ماں تمام دادیوں اور نانیوں کو محجوب کردیتی ہے جبکہ باپ صرف دادی کو محجوب کرتا ہے جو اس کی جہت سے میت تک پہنچتی ہے اور وہ باپ کی ماں ہے اور وہ نانی کو محجوب نہیں کرتا ہے۔ اس کے کچھ اسباب ہیں جن کا ذکر ہم اس بحث کے اخیر میں کریں گے۔

بہر حال اس مسئلہ میں نتیجہ یہ ہوا کہ ماں پورے ترکہ (۱۶۰ ایکڑ) کی وارث ہوگئی، جبکہ باپ (۵۰/۱ ایکڑ) سے زیادہ کا وارث نہ ہوسکا، اس لئے کہ نانی نے (۱۰ ایکڑ زمین) لے لی۔

چوتھی بحث:

وہ حالات جن میں عورت وارث بنتی ہے، اور اس کے مقابل مرد وارث نہیں بنتا

یہاں کچھ ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں عورت تو وارث ہوتی ہے لیکن اس کے مقابلے کا مرد وارث نہیں ہوتا، جن میں سے کچھ صورتیں حسب ذیل ہیں:

(الف) جبکہ ترکہ ۱۹۵/ ایکڑ ہو اور مسئلہ میں درج ذیل وارثین ہوں:

شوہر	باپ	ماں	بیٹی	پوتی
چوتھائی	چھٹا حصہ + باقی ترکہ بطور عصبہ	چھٹا حصہ	نصف	چھٹا حصہ
۳	۲	۲	٦	۲
۳۹	۲٦	۲٦	۷۸	۲٦

شوہر	باپ	ماں	بیٹی	پوتا
چوتھائی	چھٹا حصہ	چھٹا حصہ	نصف	باقی بطور عصبہ
۳	۲	۲	٦	
۴۵	۳۰	۳۰	۹۰	صفر

اس صورت میں پوتی کو چھٹے حصے کی رو سے (۱۲٦ ایکڑ) ملے جب کہ پوتے کو کچھ بھی نہیں ملا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت میں پوتے کے لئے وصیت کرنا واجب ہے تو یہ جمہور کی رائے نہیں ہے [1]۔

رہا یہ مسئلہ کہ مصری قانون وضع کرنے والوں نے وصیت کے قانون نمبر ۷۱

۱۹۴۶ء میں وجوب وصیت والے قول پر عمل کرنے کو اختیار کیا ہے تو اس سلسلے میں ذہن میں یہ بات رہے کہ علماء امت اور علم میراث کے اسکالروں کی طرف سے اس پر نقد و مناقشہ ہوتا رہا ہے (۲)۔

بہرحال یہاں ہم ایک دوسری حالت ذکر کر رہے ہیں جو مصری قانون ساز کی تحدید کے مطابق کسی حال میں بھی وصیت واجبہ کے تحت داخل نہیں ہے۔ اور وہ درج ذیل ہے:

(ب) اگر ترکہ ۱۸۴ ایکڑ ہو اور مسئلہ میں درج ذیل وارثین ہوں:

شوہر	حقیقی بہن	علاتی بہن (۳)
نصف	نصف	چھٹا حصہ
۳	۳	۱
۱۳۶ ایکڑ	۱۳۶ ایکڑ	۱۱۲ ایکڑ
شوہر	حقیقی بہن	علاتی بھائی
نصف	نصف	باقی ترکہ بطور عصبہ کے
۱	۱	صفر
۱۴۲ ایکڑ	۱۴۲ ایکڑ	صفر

اس صورت میں علاتی بہن کو فرض سدس کی رو سے (۱۱۲ ایکڑ) ملے اور اس کے مدمقابل یعنی علاتی بھائی کو کچھ نہیں ملا۔ اور اس کے لئے وصیت بھی واجب نہیں

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم (۵/۱۵۷)

(۲) دیکھئے: احکام المواریث (ص ۳۶۸) مولفہ: د. مصطفیٰ شلبی۔ اور دیکھئے: اس مسئلہ پر ہمارا مناقشہ جو محاضرات فی المیراث والوصیۃ: صلاح الدین سلطان (ص ۲۱۱-۲۱۵) میں مذکور ہے۔

(۳) اس مسئلہ میں عول ہے۔ لہذا حصہ ۱۲=۷÷۱۸۴ ایکڑ ہوگا۔

ہے اس لئے کہ وہ میت کی اولاد کے فروع میں سے نہیں ہے۔

(ج) دادی کی میراث : دادی بسا اوقات وارث ہوتی ہے اور اجداد میں سے جو اس کے مد مقابل ہو وہ وارث نہیں ہوتا۔ اس کی وضاحت آنے والے نقشے سے ہوگی اور مناسب یہ ہے کہ ہم دادا اور دادی کی میراث کا قاعدہ ذکر کر دیں:

۱- جد صحیح یعنی وارث وہ دادا ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت کرنے میں ماں داخل نہ ہو، مثلاً باپ کا باپ اور باپ کے باپ کا باپ اوپر تک لیکن ماں کا باپ یا ماں کی ماں کا باپ جد فاسد یا جد غیر وارث ہے۔ جیسا کہ فقہاء کا اس لفظ میں اختلاف ہے۔

۲- جدہ صحیحہ وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت کرنے میں جد غیر صحیح داخل نہ ہو۔ یا وہ ہر وہ دادی ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت کرنے میں دو ماں کے درمیان باپ داخل نہ ہو۔ اور اس بنیاد پر ماں کے باپ کی ماں جدۂ فاسدہ ہوگی۔ لیکن ماں کی ماں اور باپ کی ماں کی ماں جدات صحیحہ ہیں اور وہ وارث ہوتی ہیں۔

اس اصول کی بنیاد پر وارث ہونے والے دادا صرف سالم اور شاکر ہوں گے اور وارث نہ ہونے والے دادا جمال، ہانی، خالد اور سمیر ہوں گے۔

جبکہ آنے والے نقشہ میں مذکورہ تمام دادیاں وارث ہوتی ہیں اس میں صرف خالدہ کا استثناء ہے، اس لئے کہ وہ جدۂ غیر صحیحہ یا جدۂ غیر وارثہ ہے کیوں کہ میت کی طرف ان کی نسبت جد غیر صحیح کے واسطہ سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد ہم دو ایسے مسائل پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی عورت وارث ہوتی ہے۔ اور اس کے ہم مثل جو مرد ہے وہ وارث نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً

نانا	نانی
ترکہ سے محروم ہے اس لئے کہ وہ جد غیر وارث ہے	چھٹا حصہ بطور فرض کے + باقی ترکہ بطور رد ملے گا

نانی کا باپ	نانی کی ماں
ترکہ سے محروم ہے اس لئے کہ وہ جد فاسد (غیر وارث) ہے	چھٹا حصہ + باقی ترکہ بطور رد کے ملے گا

مذکورہ بالا شکلوں میں نانا ذوی الارحام میں سے ہیں۔ انھیں نہ بطور فرض کے حصہ ملے گا نہ ان پر رد ہوگا لیکن وہ نانی جو اس کے مقابلے میں ہے، بلکہ وہ کبھی اس کی بیوی بھی ہوگی وہ اکیلی پورے ترکہ کی وارث ہوگی اور نانا کو خود کچھ نہیں ملے گا الا یہ کہ درج ذیل آیت پر عمل کرتے ہوئے اسے کچھ یونہی دے دیا جائے:

﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوْفًا﴾ (اور جب (وارثوں میں) ترکہ کے تقسیم ہونے کے وقت (دور کے) رشتہ دار اور یتیم اور مسکین لوگ موجود ہوں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو)۔

اس استقراء اور تتبع کے بعد جس میں تیس سے زیادہ حالتیں ایسی ذکر کی گئیں جن میں عورت مرد کی طرح یا اس سے زیادہ ترکہ پاتی ہے یا وہ وارث ہوتی ہے اور اس کے بالمقابل جو مرد ہے وہ وارث نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ میں چار متعینہ حالتیں ایسی ہیں جن میں عورت مرد سے آدھا حصہ پاتی ہے، لیکن اس کے کچھ الگ اسباب ہیں جو احکام شریعت کے دوسرے مصالح سے ہم آہنگ ہیں۔ اسلامی شریعت کے جملہ احکام نہایت حکیمانہ، منصفانہ اور عادلانہ ہیں۔ اس کے تمام اجزاء باہم مربوط ہیں اور ان میں کامل درجے کا توافق اور توازن ہے اس کا کوئی حکم

اس اصول سے خارج نہیں ہے اس میں انسانیت کے تمام افراد و اصناف کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ کسی کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی اور کسی کی کوئی حق تلفی نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے کہ اس کا سر چشمہ خود اللہ رب العزت کی ذات ہے جو حکیم و عادل اور علیم و خبیر ہے۔